© rasailojaraid.com

وہ یہ کہ حکومت کی طرف سے اہلِ ملک کو دی جانے والی رقم (اس کا نام یا عنوان خواہ جو کچھ اختیار کیا جائے) کیا واقعی قرض ہے؟ اور پھر اس کی مع شے زائد واپسی کیا قرض مع سود ادائیگی ہے؟ یا وہ اصلاً امداد ہے، جسے مختلف مصالح کی بنا پر "قرض" کا نام دے دیا گیا ہے، واپسی کے وقت "انٹرسٹ" کے نام سے معمولی اضافہ کی شرط بھی مصلحتاً ہی لگا دی گئی ہے۔ مثلاً ایک مصلحت یہ ہو سکتی ہے کہ محض "امداد" کے عنوان سے کسی کو کچھ دینا، نفسیاتی طور پر جو اثرات مرتب کرتا ہے قرض کے وہ اثرات نہیں ہوتے۔ اسی طرح امدادی رقم کی واپسی کے وقت برائے نام اضافہ کی شرط لگانے کا ایک سبب، بلا شدید ضرورت کے قرض لینے والوں کی حوصلہ شکنی کرنا ہو سکتا ہے، دوسرا سبب جو نسبتاً اہم ہے، اس سلسلہ کے اخراجات پورے کرنا ہوں کہ آج کل نظامہائے حکومت میں اہلِ ملک کو ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے بلکہ اب تو معیارِ زندگی بڑھانے کے لئے بھی قرضے دینا ریاست کی ذمہ داری اور اس کے اہم مقاصد میں داخل ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے نظم میں، اور اس سلسلہ میں دوسرے کاموں پر اخراجات کا ہونا، ناگزیر ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ حکومت، نہ صرف انٹرسٹ کے نام سے وصول کی گئی رقم، بلکہ راس المال بھی دوسرے ضرورتمندوں کو امدادِ محض کے طور پر دیتی، یا ان کو قرض دینے میں لگاتی، نیز دیگر رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کر دیتی ہے جس کا فائدہ اس "سود" دینے والے کو بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ پہنچتا ہے۔ اس طرح اس کی یہ زائد رقم گویا اسے واپس مل جاتی اور حق بحق دار رسید کی مثل صادق آجاتی ہے۔

بہرحال اگر علمی و فقہی بنیادوں پر اس پہلو کا استوار کیا جانا، ممکن ہو اس طور پر کہ اس کے نتیجہ میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے نصاً یا اجتہاداً "ربٰو" کا جو مصداق معلوم ہوتا ہے، یہ صورت اس سے خارج ہو جائے تو فبہا ونعمت!

یہاں اس گوشہ پر بھی نظر رہنی چاہیئے کہ آج کل کے رائج اقتصادی نظام میں سود آب و ہوا کی طرح سرایت کیئے ہوئے ہے، اور اس کے اثرات سے زندگی کا کوئی شعبہ متاثر ہوئے بغیر نہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہ سکتا تو کیا اس ابتلائے عام کی بنا پر "عموم بلویٰ" جیسی دلیل بھی کارآمد ہو سکتی ہے؟

آخر میں حضرت تھانوی قدس سرہ ۔ جن کی فقہی بصیرت اور دقّتِ نظر مسلم ہے، ان کے الفاظ میں ایک اہم اصولی بات کا پیش کر دینا مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اس جیسے تمام مسائل حل کرتے وقت اس کو راہنما بنایا جاسکے ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ضرورت عرفی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تحصیل منفعت، خواہ دینی ہو یا دنیوی، خواہ اپنی یا غیر کی؛ دوسری دفع مضرت، اسی تعمیم کے ساتھ، سو تحصیلِ منفعت کے لئے ایسے افعال کی اجازت نہیں ۔ مثلاً محض تحصیل قوت ولذت کے لئے دوائے حرام کا استعمال ۔ اور دفع مضرت کے لئے اجازت ہے ۔ جب کہ وہ قواعد صحیحہ منصوصہ، یا اجتہادیہ سے معتد بہا ہو ۔ اور شرعی ضرورت یہی ہے ۔ مثلاً دفع مرض کے لئے دوائے حرام کا استعمال جب کہ دوسری دوا کا نافع نہ ہونا تجربہ سے ثابت ہو گیا ہو کیوں کہ بدوں اس کے ضرورت ہی کا تحقق نہیں ہوتا

(بوادر النوادر صـ۷۹۶)

حضرات! ان معروضات کے بعد آپ سے توقع ہے کہ فیصلہ کن راہنمائی فرمائیں گے، اور شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

"تفسیر ماجد"

از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی

یہ تفسیر عصر جدید کے تعلیم یافتہ اور نوجوان مسلمانوں کے لئے جو نئے افکار کی پریشان خاطری اور پراگندہ ذہنی کا شکار ہیں۔ ان کے لئے اس تفسیر میں بہت کچھ سامان راحت و تسکین ہے ۔

جلد اول سورۂ فاتحہ سے سورہ آل عمران تک
ہدیہ ۱۸ روپے

جلد دوم سورۃ النساء سے سورہ توبہ تک
ہدیہ ۱۵ روپے

مکتبہ برہان ۔ جامع مسجد دہلی ۔ ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستان سے تعلق رکھنے والے چند تبع تابعین

جناب حافظ محمد نعیم صاحب ندوی۔ رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ

ایک اشتباہ اور اس کا ازالہ مذکورہ بالا تمام ائمہ حدیث کی توثیق کے باوجود علامہ ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ "محدث ازدی نے ابوموسیٰ کی ثقاہت میں کلام کرتے ہوئے قبول حدیث میں ان کی لینت (نرمی) کا ذکر کیا ہے۔[۳] گو اس سے ابوموسیٰ کی تضعیف نہیں ہوتی۔ تاہم کسی محدث کے پایۂ عدالت کو کم کرنے کے لئے اتنا کلام بھی کافی ہے۔

مگر حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ دراصل ازدی کو اشتباہ اور سوء تفاہم ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری کے زمانے میں اسی نام اور اسی کنیت کے ایک اور مشہور اہل علم و فضل بھی موجود تھے۔ جو ابوموسیٰ یمانی کہلاتے تھے یمن کے رہنے والے تھے اور حسن اتفاق سے وہ بھی وہب بن منبہ کے شاگرد تھے۔

چنانچہ تہذیب التہذیب میں ازدی کے اس اشتباہ کی صراحت ہے۔

وقال الازدی وحدہ فیہ لین	تنہا ازدی ان میں نرمی کے قائل ہیں حالانکہ
ولیس ھو الذی روی عن وھب	یہ ابوموسیٰ وہ نہیں جنھوں نے وہب بن منبہ سے
بن منبہ وروی عنہ الثوری ذاک	اور جن سے سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے
شیخ یمانی وقد فرق بینھما غیر واحد	بلکہ یہ یمن کے ایک بزرگ تھے متعدد لوگوں نے

[۳] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كماسيأتي ١ه

ان دونوں کے درمیان تفریق کی ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اور پھر آگے شیخ یمانی کے تذکرہ میں بھی حافظ نے اس شبہہ کا پردہ چاک کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں۔

ابوموسى شيخ يمانى عن وهب بن منبه عن ابن عباس «من اتبع الصيد غفل» وعنه الثورى مجهول قال ابن القطان ذكر المزى فى ترجمة ابى موسى اسرائيل بن موسى البصرى انه يروى عن وهب بن منبه وانما هذا آخر وقد فرق بينهما ابن حبان فى الثقات وابن الجارود فى الكنى وجماعة ٢ه

(تهذيب التهذيب ج ١٢ ص ٢٥٢)

یہ ابوموسیٰ یمن کے ایک بزرگ ہیں جنھوں نے ابن عباس کے واسطے سے وہب بن منبہ سے «من اتبع الصید غفل» کی روایت کی ہے۔ اور ان سے ثوری نے مجہول روایت کی ہے۔ یہ ابن قطان کا قول ہے اور علامہ مزی نے ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری کے ترجمہ میں یہ جو ذکر کیا ہے کہ انھوں نے وہب بن منبہ سے اور انھوں نے ثوری سے روایت کی ہے۔ (صحیح نہیں ہے) کیوں کہ ابوموسیٰ بصری کا وہب بن منبہ سے لقا ثابت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دوسرے بزرگ ہیں ابن حبان نے ثقات میں اور ابن جارود نے کتاب الکنیٰ میں ان دونوں کے درمیان تفریق کی ہے۔

ہندوستان سے روابط: ابوموسیٰ اسرائیل کے متعلق تمام محققین متفق ہیں کہ وہ متعدد بار ہندوستان آئے۔ اسی لئے «نزیل الہند» ان کا لقب ہی پڑ گیا تھا۔ اگرچہ ان کی یہاں آمد تجارت کی غرض سے ہوتی تھی۔ تاہم یہ ناممکن ہے کہ انھوں نے یہاں علمی و دینی فیوض نہ

١ه تہذیب التہذیب جلد ١ ص ٢٦١ ٢ه تہذیب التہذیب ج ١٢ ص ٢٥٢

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چھوٹے ہوں۔

ہندوستان میں ابوموسی کے تعلق کی صراحت سب سے زیادہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

وھو بصری کان یسافر فی التجارۃ إلی الھند وأقام بھا مدۃ [1]	وہ بصری ہیں۔ تجارت کی غرض سے وہ ہندوستان کا سفر کرتے اور وہاں عرصہ تک مقیم رہتے تھے۔

علامہ سمعانی "نزیل الھند" کے متعلق رقمطراز ہیں۔

ابوموسی إسرائیل بن موسی الھندی البصری کان نزیل الھند فنسب إلیھا [2]	ابوموسی اسرائیل بن موسی الہندی بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آمدورفت کی وجہ سے ہندی کہے گئے

اس کے علاوہ امام بخاری، علامہ ذہبی، حافظ مقدسی، خزرجی اور ابوحاتم رازی وغیرہ کبار ائمہ ومحدثین نے بھی ابوموسی اسرائیل کے ہندوستان سے تعلق کا ذکر کیا ہے [3]

ابومعشر نجیح سندھی

ابومعشر نجیح بن عبدالرحمن سندھی دوسری صدی ہجری کے مشہور راوی حدیث گذرے ہیں۔ عرصہ تک غلامی کی زندگی گذارنے کے باوجود علم وفضل میں نہایت بلند مقام حاصل کیا۔ مشہور تابعی ابوامامہ ابن سہل بن حنیف کے دیدار سے اپنے دیدہ شوق کو ٹھنڈا کیا تھا۔

وہ سندھی الاصل تھے لیکن ان کے علم وفضل کی بنا پر ان پر عرب ہونے کا دھوکہ ہوتا تھا چنانچہ خود ابومعشر کی زندگی میں ان کے عرب اور غیر عرب ہونے کی بحث چھڑ گئی تھی۔ ایک مرتبہ

---

[1] فتح الباری ج ۵ ص ۵۲ [2] الانساب للسمعانی ورق ۵۹۲

[3] تاریخ کبیر ج ۱ ص ۵۶، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۰، کتاب الجمع بین رجال الصحیحین ج ۱ ص ۴۳، خلاصہ تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱، کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۳۲۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی نے انہیں یمنی کہا تو فوراً اس کی تردید کی اور فرمایا۔

ولاء نافی بنی ھاشم احب الی من نسبی فی بنی حنظلۃ [1]	بنو ہاشم کے غلاموں میں ہونا میرے لئے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ بنو حنظلہ میں میرا نسب ہو۔

خطیب بغدادی نے خود ان کے صاحبزادے محمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "میرے والد سندھی تھے!" عرب میں ایک مدت تک رہنے کے باوجود زبان میں سندھیت کا اثر آخر وقت تک باقی رہا چنانچہ وہ بعض عربی حروف کو صحیح طور پر تلفظ کرنے پر قادر نہ تھے۔ مثلاً وہ کعب کو ہمیشہ قعب کہا کرتے تھے۔ ابو نعیم کہتے ہیں۔

کان ابو معشر سندیا وکان رجلا الکن یقول حدثنا محمد بن قعب یرید ابن کعب [2]	ابو معشر سندھی تھے ان کے عربی الفاظ کا تلفظ صحیح نہ تھا۔ وہ حدثنا محمد بن قعب کہتے تھے۔ اور قعب سے ان کی مراد کعب تھی۔

ابتدائی حالات ابو معشر کے ابتدائی حالات گوشۂ خمول میں ہیں۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سندھ کی کسی جنگ میں جو مسلمانوں اور سندھیوں میں ہوئی تھی گرفتار ہو کر حجاز گئے۔ وہاں بنی مخزوم کی ایک عورت نے خرید کر مکاتب بنا لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ مہدی کی ماں نے رقم کتابت ادا کرکے آزاد کر دیا [3] مدینہ میں عرصہ تک رہنے کی وجہ سے مدنی بھی مشہور ہیں۔

تحصیل علم ابو معشر کی زندگی کا کافی حصہ متعدد خاندانوں میں غلامی کرتے گذرا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مالکوں نے انہیں تحصیل علم کے پورے مواقع بہم پہنچائے۔ ان کے مالکوں نے

---

[1] کتاب الانساب ورق ۳۱۳ و نزہتہ الخواطر ج ۱ ص ۴۵

[2] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۰۹ [3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۰۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان کے تعاون سے ابومعشر مدینہ منورہ اور دیگر مقامات کے تمام چشمہائے فیض سے سیراب ہوئے۔ اور علم حدیث، مغازی اور فقہ میں کمال پیدا کیا۔ بالخصوص فن مغازی میں ان کا پایہ درجہ امامت کو پہنچا ہوا ہے۔

ان کے شیوخ میں درج ذیل ممتاز نام ملتے ہیں۔

محمد بن کعب القرظی، نافع مولی بن عمر، سعید المقبری، محمد بن المنکدر، ہشام بن عروہ ابی بردہ بن ابی موسی، موسی بن یسار، محمد بن قیس[1]

حافظ ابن حجر نے مشہور تابعی سعید بن المسیب کو بھی ان کے شیوخ میں شمار کرایا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ سعید المقبری ہیں جن سے ابومعشر کثرت سے روایت کرتے ہیں[2]۔

تلامذہ | ابومعشر کے حلقہ درس سے جو طالبان علم فارغ ہو کر نکلے۔ ان کی تعداد بے شمار ہے۔ جس میں جلیل القدر ائمہ و علماء کے نام ملتے ہیں۔ کچھ اہم نام یہ ہیں

سفیان ثوری، محمد بن ابی معشر، یزید بن ہارون، محمد بن عمر الواقدی، اسحاق بن عیسیٰ بن الطباع، محمد بن بکار، عبدالرزاق، ابونعیم، منصور بن ابی مزاحم، لیث بن سعد، عبداللہ بن ادریس، ہشیم بن مہدی، ہاشم بن القاسم، وکیع بن الجراح، عثمان بن عمر، محمد بن سواء، سعید بن منصور، عاصم بن علی[3]

علم وفضل | ابومعشر فن مغازی وسیر کے امام شمار کیے جاتے ہیں۔ دوسرے علوم میں بھی ان کا پایہ کچھ کم نہ تھا خطیب کا قول ہے کہ

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷ و تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰

[2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۲

[3] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰ و تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکان من اعلم الناس بالمغازی[۱] وہ فن مغازی کے بڑے واقفکاروں میں تھے۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ حافظہ کی کمزوری کے باوجود علم کا مخزن تھے[۲] بکر بن خلف کا بیان ہے کہ "مارأیت افصح منہ" میں نے ان سے فصیح تر کسی کو نہیں دیکھا۔

ائمہ کی رائے | ابو معشر کے علم و فضل کو تمام علماء نے سراہا ہے۔ چنانچہ محدث عمر بن عوف اپنے تلامذہ کے سامنے ابو معشر کے متعلق ہشیم کا یہ قول نقل فرمایا کرتے تھے۔ کہ:

مارأیت من نیأیشبہہ ولا اکیس منہ[۳] میں نے ان سے زیادہ فہیم و ذکی کسی اہل مدینہ کو نہیں دیکھا۔

ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل ابو معشر کو پسند کرتے تھے۔ اور فن مغازی میں ان کی بصیرت کے قائل تھے۔ میں ان سے روایت کرتے ہوئے ڈرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے امام احمد کو ایک شخص کے واسطہ سے ابو معشر سے روایت کرتے دیکھا تو میں نے بھی ان سے روایتِ حدیث کے بارے میں اپنے مسلک میں وسعت پیدا کرلی[۴]

تضعیف | ابو معشر کے حافظہ کی کمزوری کے باعث بعض ائمہ نے ان کی تضعیف کی ہے۔

ابن معین کا قول ہے۔

ضعیف یکتب من حدیثہ الرقاق[۵] وہ ضعیف ہیں۔ مگر زہد و رقاق کی حدیثیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ابو حاتم سے دریافت کیا گیا کہ کیا ابو معشر ثقہ ہیں۔ فرمایا۔

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۹ ——— [۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۲

[۳] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰ [۴] ایضاً [۵] ایضاً ص ۴۲۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صالح لین الحدیث محلہ الصدق — نیک شخص ہیں۔ گو روایت حدیث میں کمزور ہیں مگر سچے ہیں۔

امام بخاری و مسلم نے اسی ضعف کی بنا پر صحیحین میں ان کی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ صغیر میں ان کا شمار ضعفاء میں کرایا ہے[1] ابو داؤد اور نسائی نے بھی تضعیف کی ہے لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام نسائی اپنی سنن میں ابو معشر کی روایت سے حجت لائے ہیں[2]

بہرحال اپنی قوت حافظہ پر کلام کے باوجود ابو معشر پایہ اعتبار سے ساقط نہیں ہوتے۔ ابن عدی نے بصراحت بیان کیا ہے کہ ائمہ ثقات نے ان کے ضعف حافظہ کے باوجود انکی روائتیں قبول کی ہیں۔

حدث عنہ الثقات مع ضعفہ یکتب حدیثہ[3] — ثقات نے ان سے روایت کی ہے ضعف کے باوجود ان کی حدیثیں لکھی جا سکتی ہیں۔

علاوہ ازیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے جو جرح و تعدیل کے شہرہ آفاق امام ہیں ابو معشر سے روایت کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس متن حدیث کی یادداشت میں ابو معشر کا حافظہ کمزور نہ تھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سلسلۂ اسناد کے یاد رکھنے میں ان سے غلطیاں ہو جاتی تھیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ ان کا حافظہ عمر کے آخری ایام میں کمزور ہوا تھا۔ جیسا کہ بغدادی نے تصریح کی ہے کہ

ان ابو معشر تغیر قبل أن یموت[4] — موت سے کچھ پہلے ابو معشر میں تبدیلی آگئی تھی۔

اس لئے اس نقص کے پیدا ہونے سے قبل کی روائتیں یقیناً مقبول اور قابل حجت ہیں۔

---

[1] تاریخ صغیر ص ۱۹۲ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۲ [3] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰

[4] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۹

© rasailojaraid.com